26/130
4/3

سوال نمبر 1 = سنا ہے کہ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر غروب آفتاب تک اگر کوئی شخص 40 بار آیۃ الکرسی پڑھ لیں تو 40 حج قبول شدہ حج کے ثواب ملتے ہیں کسی عالم دین نے خیر جس میں حدیث کے حوالہ دیکر بتایا اس سلسلے میں راہنمائی معلومات فرمائیں وضاحت قابل قدر ہے ۔ کہ حرام کھانے والے کو بھی اس کا ثواب ملے گی یا نہیں ؟؟

سوال نمبر 2 = کسی شخص کے آباؤ اجداد سے تمام کے تمام اخلاقی حرام کی ہیں اور حرام کمانے کی درجے میں ان کے گھر کھانا یا کوئی اور چیز کے کھانے سے بھی حرام خور بنتا چلا جاتا ہوں ۔ لہذا ہماری اپنی شادی کے تقریبات میں کھانا پینا حوف مصارف حقیقی کے لڑکی کے شرعی گھر کے رشتے بھی اس حرام حال میں سے ادا کیا جاتا ہے یہ شکلے درست ہوگی یا نہیں ؟؟ اگر درست نہیں ہے تو اس لڑکی کے شادی بھی بھی زنا کے زمرے میں آتا ہے تقریبا اس کے شرعی گھر حرام رقم میں سے ادا کیا گیا ہے ۔ جیسے کہ حرام خور کے حرام کھانے کی وجہ سے کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوگی یہ شادی بھی اس حرام رقم سے کیا گیا ہے ۔ کرنے کی درست جواب کے منتظر ہوں

سوال نمبر 3 = کسی حرام خور سے قرض رقم لیکر کاروبار کرنے کیلئے یا مجبوری کے وجہ سے گھر کے کھانے کیلئے دیا جائے ہوگی یا نہیں ؟؟ ۔ نیز اس قرض شدہ رقم سے کوئی بھی کاروبار شروع کیا جائے تو اس کاروبار کے آمدنی حلال ہوگی یا حرام ہوگی کیا ؟؟ جواب کے وضاحت تفصیل سے فرمائیں

سوال نمبر 4 = فوت شدہ شخص کو غسل دینے کی بعد میت کے اوپر ایک چادر چڑھائی جاتی ہے جس پر آیۃ الکرسی سنت خرائی وغیرہ ثبت شدہ ہوتی ہیں ۔ لہذا سوال یہ ہے کہ فوت شدہ شخص کے ناف کے نیچے ان پاؤں تک یہ چادر موجود ہوتی ہے اس سے خرائی آیات کے بے حرمتی نہیں ہوتے ہے کیا ؟؟ شرعی نقطہ نظر سے آگاہ کیجیے اور تفصیل فرمائیں ۔

سوال نمبر 5 = محمد = ہماری دوست و احارب سب کے سب حرام کمانے والے ہیں ۔ اور ہر غم و خوشی میں ہوٹل کو رہے ہیں اور جانا بھی پڑتے ہے = مگر اگر جاؤں تو وہاں کھانا بھی کھانے پڑھتے ہے حالانکہ حدیث کا مفہوم ہے ۔ جس شخص نے حرام کے ایک لقمہ پیٹ میں ڈال دیئے تو 40 دن تک اس کے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی ہے ۔؟ اگر نہ جاؤں تو رشتے کٹ جائے گی = حدیث کا مفہوم ہے ۔ ہمیں سے بدترین لوگ وہ ہے جو اپنوں سے رشتے کاٹ لیتی ہے ؟ پر اگر کوئی بہانا بنا لیتا ہوں تو جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے اور جھوٹ بولنے والوں پر اللہ نے لعنت بھیجا ہے ۔ اب محمد آپ بتاؤ کہ کونسے راستے اختیار کروں ؟؟

بسم اللہ خان 03332279705

بلال کاوش کوزئی مصطفی مسجد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداًومصلیًا

(۱)۔۔۔مذکورہ حدیث تلاش کے باوجود نہیں مل سکی،لہٰذاجب تک یہ مستند حوالہ سے ثابت نہ ہو،اسے نقل کرناجائز نہیں،البتہ حرام کھانے والے کو حرام کھانے کاسخت گناہ ہوگا،لیکن اگروہ نیکی کاکوئی کام کرے مثلاً آیت الکرسی کی تلاوت کرے،تواللہ تعالیٰ کی رحمت سے نیکی کی ثواب کی امید ہے۔

جامع العلوم والحكم (١/ ٢٦٢)

وهذه الأحاديث المذكورة تدل على أنه لا يتقبل العمل مع مباشرة الحرام، لكن القبول قد يراد به الرضا بالعمل، ومدح فاعله، والثناء عليه بين الملائكة والمباهاة به، وقد يراد به حصول الثواب والأجر عليه، وقد يراد به سقوط الفرض به من الذمة، فإن كان المراد هاهنا القبول بالمعنى الأول أو الثاني، لم يمنع ذلك من سقوط الفرض به من الذمة، كما ورد أنه لا تقبل صلاة الآبق، ولا المرأة التي زوجها عليها ساخط، ولا من أتى كاهنا، ولا من شرب الخمر أربعين يوما، والمراد - والله أعلم - نفي القبول بالمعنى الأول أو الثاني

مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (٥/ ١٩٠٧)

ابن عمر - رضي الله عنهما، قال: من اشترى ثوبا بعشرة دراهم وفيه درهم حرام، لم يقبل الله له صلاة ما دام عليه. ثم أدخل أصبعيه في أذنيه وقال: صمتا إن لم يكن النبي - صلى الله عليه وسلم - سمعته يقوله» : رواه أحمد، والبيهقي في شعب الإيمان " وقال: إسناده ضعيف.(حرام، لم يقبل الله - تعالى - له صلاة) : أي لا يثاب عليها كمال الثواب، وإن كان مثابا بأصل الثواب، وأما أصل الصلاة فصحيحة بلا كلام ذكره ابن الملك، وقال الطيبي - رحمه الله: كان الظاهر أن يقال منه، لكن المعنى لم يكتب الله له صلاة مقبولة مع كونها مجزئة مسقطة للقضاء كالصلاة في الدار المغصوبة اهـ. وهو الأظهر لقوله - تعالى: {إنما يتقبل الله من المتقين} [المائدة: ٢٧] والثواب إنما يترتب على القبول، كما أن الصحة مترتبة على حصول الشرائط والأركان، والتقوى ليست بشرط لصحة الطاعة عند أهل السنة والجماعة (ما دام) : أي ذلك الثوب (عليه. ثم أدخل أصبعيه) : أي المسبحتين

نيل الأوطار (٢/ ٩٣)

ولو سلم فمعنى نفي القبول لا يستلزم نفي الصحة؛ لأنه يرد على وجهين الأول يراد به الملازم لنفي الصحة والإجزاء نحو قوله «هذا وضوء لا يقبل الله الصلاة إلا به» والثاني يراد به نفي الكمال والفضيلة كما في حديث نفي قبول صلاة الآبق والمغاضبة لزوجها ومن في جوفه خمر وغيرهم ممن هو مجمع على صحة صلاتهم، وقد تقدمت الإشارة إلى هذا في موضعين من هذا الشرح.

(۲)۔۔۔نکاح اگر شرعی گواہوں کی موجودگی میں ہوجائے، تو منعقد ہوجائے گا، اور اسکے بعد ازدواجی حقوق ادا کرنا بھی جائز ہے زنا کے حکم میں نہیں ہے۔ البتہ شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ مہر حلال مال سے ادا کرے، ورنہ حرام کے استعمال سے سخت گناہ گار ہوگا۔

شرح الزرقاني على الموطأ (۴/ ۶۶۲)

ولا يشكل صحة الحج بالحرام بقول مالك في النكاح بالمال الحرام: أخاف أن يضارع الزنا ; لأن ذلك مبالغة في التنفير عنه، وإلا فالنكاح صحيح.

فتاوى اللجنة الدائمة – ۱ (۲۱/ ۱۶۸)

۲: إذا كانت تعلم أن الكسب الذي يأتي به إلى البيت حرام فلا يجوز لها أن تأكل منه، وعليها أن تطالبه بالنفقة من كسب طيب، أو ترفع أمره إلى الجهة المسئولة، كالمحكمة الشرعية.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) (۳/ ۱۰۸)

(قوله فيما إذا لم يسم مهرا) أي لم يسمه تسمية أو سكت عنه نحر، فدخل فيه ما لو سمى غير مال كخمر ونحوه، أو مجهول الجنس كدابة وثوب.قال في البحر: ومن صور ذلك ما إذا تزوجها على ألف على أن ترد إليه ألفا، أو تزوجها على عبدها أو قالت زوجتك نفسي بخمسين دينارا وأبرأتك منها فقبل، أو تزوجها على حكمها أو حكمه أو حكم رجل آخر، أو على ما في بطن جاريته أو أغنامه، أو على أن يهب لأبيها ألف درهم، أو على تأخير الدين عنها سنة والتأخير باطل، أو على إبراء فلان من الدين، أو على عتق أخيها أو طلاق ضرتها؛ وليس منه ما لو تزوجها على عبد الغير لوجوب قيمته إذا لم يجز مالكه،

(۳)۔۔۔صورتِ مسؤلہ میں اگر کوئی شخص حرام رقم سے قرضہ دے، یا اس کے پاس حرام اور حلال دونوں قسم کے مال الگ الگ ہو اور آپ کو یہ معلوم ہو، لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ حرام سے دیتا ہے یا حرام سے؟ تو اگر حرام مال غالب ہو تو اس سے قرض لینا جائز نہیں۔ نہ کاروبار کیلئے اور نہ بچوں کو کھلانے کیلئے، البتہ اگر حلال اور حرام جدا جدا نہ ہو بلکہ مخلوط ہو، تو حلال مال کے بقدر آپ اس سے قرض لے سکتے ہیں۔

اور اگر آپ کو یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکے کہ ان کے پاس حلال ذرائع سے حاصل شدہ رقم کتنی ہے؟ اور نہ یہ معلوم ہو کہ مالِ حلال مالِ حرام سے مخلوط ہے یا نہیں؟ تو اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص سے قرض لینے سے احتراز کیا جائے تاہم اگر غالب گمان یہ ہو کہ یہ صاحب آپ کو جتنی رقم قرض دے رہے ہیں اس کے بقدر حلال رقم ان کے پاس تھی تو غالب گمان پر عمل کرتے ہوئے آپ کے لئے ان سے قرض لینا جائز ہوگا۔ (ماخذہ التبویب ۱۳۴۳/۵۹) بتصرف والمستفاد من التبویب (۲۰۲۶/۲۳)

واضح رہے کہ اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق جس صورت میں قرض لینا جائز نہیں ہے، اس صورت میں حرام رقم سے حاصل کردہ کاروبار کا نفع اس وقت تک جائز نہیں جب تک حرام رقم اس کے اصل مالک یا اس کے ورثاء تک واپس نہ کی جائے، اور اگر اصل مالک یا اس کے ورثاء معلوم نہ ہو تو اس کے بقدر بلانیت ثواب صدقہ نہ کی جائے۔ البتہ حرام رقم واپس کرنے یا صدقہ کرنے کے بعد اگر جاری کردہ کاروبار جائز ہے تو اس کا نفع حلال ہے۔(ماخذہ التبویب(۲۰۳۴/۶۷)

نوٹ: دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے ایک استفتاء میں صرف تین سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں، لہذا مزید دو سوالات کے جوابات کیلئے دوسرا استفتاء جمع کریں۔

الفتاوى الهندية (٥/ ٣٤٢)

أهدى إلى رجل شيئا أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية، ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل، كذا في الينابيع.

الدر المختار وحاشية ابن عابدين – (٥ / ٩٨)

وفيه: الحرام ينتقل،(قوله الحرام ينتقل) أي تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدي وتبدلت الأملاك مطلب الحرمة تتعدد (قوله الحرمة تتعدد إلخ) نقل الحموي عن سيدي عبد الوهاب الشعراني أنه قال في كتابه المنن: وما نقل عن بعض الحنيفة من أن الحرام لا يتعدى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلا يأخذ من أحد شيئا من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام

فقه البيوع(۱۰۳۱/۲)

أمّا إذا خلطه بمال نفسه، فالمرادُ أنّه لايحلّ له الانتفاعُ بالحصّة المغصوبة، أمّا الانتفاعُ بحصّةِ ماله، فيجوز، سواءٌ كان قليلاً أو كثيراً. وقد اشتهر على الألسُن أنّ حكم التّعامل مع من كان مالُه مخلوطاً بالحلال والحرام أنّه إن كان الحلالُ فيها أكثر، جاز التّعاملُ معه بقبولِ هديّته وتعاقد البيع والشّراء معه، وبذلك صدرت بعضُ الفتاوى.

ولكنّ ما يتحقّق بعد سبر كلام الفقهاء الحنفيّة فى هذا الموضوع أنّ اعتبارَالغلبة إنّما هو فى الصّورة الأولى، يعنى فيما إذا كان الحلالُ متميّزاً عن الحرام عند صاحبه، ولايعلمُ المتعاملُ معه أنّ ما يُعطيه من الحلال أو من الحرام. فحينئذٍ تُعتبر الغلبة، بمعنى أنّه إن كان أكثرُ ماله حلالاً، يُفرض أنّ ما يُعطيه من الحلال، والعكس بالعكس، كما قدّمنا نُصوصه فى الصّورة الأولى.

أمّا إذا كان الحلالُ مخلوطاً بالحرام دون تمييز أحدهما بالآخر، فإنّه لاعبرةَ بالغلبة فى هذه الحالة فى مذهب الحنفيّة. ويدلّ على ذلك ما يأتى:

وفيه ايضا(۱۰۳۳/۲)

وقد ذكرنا قولَ الفقهاء الحنفيّة فى القســـم الثانى (المخلوط المتميّز) أنّه إن كان الغالبُ فى الأموال المتميّزة حلالاً، جاز للموهوب له أن ينتفعَ بما وُهِب له ما لم يعلم أنّ ما أهدىٰ إليه حرامٌ بعينه، وعلّله الفقهاء بقولهم: "إنّ أموالَ النّاس لاتخلو عن قليل حرام،" (١) مع أنّ احتمالَ كونه من الحرام قائمٌ فى المال الّذى أكثرُه حلال، فالانتفاعُ بقدر الحلال من المال المخلوط أولى بالجواز، لأنّ احتمالَ كونه حراماً منتفٍ ههنا---------- **والله سبحانه وتعالىٰ اعلم**

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی
۲۷/ربیع الثانی/۱۴۴۱ھ
25/دسمبر/2019ء

زاہد اللہ
زاہد اللہ غفر لہ ولوالدیہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۲۷/ربیع الثانی/۱۴۴۱ھ
25/دسمبر/2019ء

الجواب صحیح
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۲۷/ربیع الثانی/۱۴۴۱ھ
25/دسمبر/2019ء

الجواب صحیح
محمد لطیف عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۲۷/ربیع الثانی/۱۴۴۱ھ
25/دسمبر/2019ء

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۹۹/۲۱۳۵
۲۷/ربیع الثانی/۱۴۴۱ھ
۲۵/۱۲/۲۰۱۹